جاوید نامہ: ایک مثنوی، ایک داستان

سلیم سہیل

جاوید نامہ ہیئت کے اعتبار سے مثنوی ہے اور موضوعاتی ساخت کے اعتبار سے داستان۔ داستان کی پہچان یہ ہے کہ اس میں ایک ہیرو ہوتا ہے۔ جو خیر کا نمائندہ ہوتا ہے اور اس کے مقابلے میں ولن جو شر کی نمائندگی کرتا ہے۔طلسمات، مہمات، حقیقی دنیا، تخلیقی دنیا، داستان نویس اپنے تخیل کی مدد سے خیر اور شر کی ان طاقتوں کو دستاویزیں بنا کر قاری کی باطنی تہذیب کا سامان کرتا ہے۔ ہیرو کی ذات ترفع کی علامت بن جاتی ہے۔ہم ان داستانی خصائص کی موجودگی جاوید نامہ میں دیکھتے ہیں۔

بڑی فکر کی یہ خوبی ہوتی ہے کہ وہ اپنے لیے اظہار کا بڑا پیمانہ منتخب کرتی ہے۔ایک اچھوتا راستہ جس پر پہلے کوئی چل نہیں سکا۔ یہی وجہ ہے کہ اس طرز کا تخلیق کار ایک سوال بن جاتا ہے۔ایک زندہ سوال جو زمانی و مکانی حدود سے ماوراء ہو کر ہر عہد کے قاری کے دامن گیر رہتا ہے۔ علامہ محمد اقبال کی شاعری بھی ایسا ہی ایک سوال ہے جو تعبیرات کے جنگل میں اپنی محکم ہیئت میں قائم ہے۔ وہ کبھی مجرد تعبیرات کی پکڑ میں نہیں آسکے گا۔تعبیرات کی کثرت سے اقبال کے قاری کی سیرابی نہیں ہوتی۔ وہ آج بھی ایسی تعبیر کی تلاش میں ہے جس کی بنیاد عشق پر رکھی گئی ہو۔

جاوید نامہ ایسی ہی ایک کتاب ہے۔ یہ کتاب ایسا ناقہ ہے جس کی راہ وار عشق کے ہاتھ میں ہے۔ ہم عشق کو اس داستان کا ہیرو کہہ سکتے ہیں۔عشق اقبال کی نظر میں ایسا عمل کیمیا ہے جو اکسیر کا درجہ رکھتا ہے:

عشق ہم خاکستر و ہم اخگر است
کارِ او از دین و دانش برتر است
عشق سلطان است و برہانِ مبیں
ہر دو عالم عشق را زیرِ نگیں

لازمان و دوش و فردائے ازو
لامکان و زیر و بالائے ازو

[شرح جاوید نامہ، ص: ۳۷]

اقبال نے اس کتاب سے ایک جرس کا کام لیا ہے۔ ایسی گھنٹی جو امت مسلمہ کے سوئے ہوئے وجود پر کچوکے لگا کر اسے بیدار کر سکتی ہے۔ ظاہر، باطن، جلوت، خلوت، افلاس، زمین، نور، تاریک، عشق، ہوس، اس کتاب کی ایسی علامتیں ہیں جو اپنے پڑھنے والے کو تصویر کے دونوں رخ دکھاتی ہیں۔ عشق اگر جملہ امراض کی دوا ہے تو ہوس ان بیماریوں کی آماجگاہ۔ جب خودی کمزور ہو جائے تو شر غلبہ حاصل کر لیتا ہے۔ ابلیس شر کا نمائندہ ہے۔ اگر داستانی علامتوں میں ابلیس کو رکھیں تو یہ عشق یعنی شریفی ولن کا کردار ادا کرتا ہے۔ ابلیس ہمہ وقت اس کشمکش میں مصروف ہے کہ کس طرح اس فرد کو شکست دے کر اس پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔

جاوید نامہ میں حقیقت اور تخیل نیم آمیز ہو کر معجزات کی سرحدوں میں داخل ہو گیا ہے۔ علامہ فرد کی کایا کلپ بھی کرنا چاہتے ہیں۔ کایا کلپ بھی داستانی ادب کا بڑا موضوع ہے۔ جاوید نامہ میں علامہ کا تخیل نکھر کر سامنے آیا ہے۔ اس میں افلاک کا بیان بھی ہے جو ایک اعتبار سے ماورائیت کی علامت ہے۔ ہفت افلاک کی سیاحت بھی داستانوں میں مل جاتی ہے۔ جاوید نامہ میں علامہ افلاک پر مولانا روم کی روح سے ملتے ہیں اور ان کے سامنے اپنا عجز اور خلقت کی باطنی کدورتوں کا ذکر کرتے ہیں:

تمہیدِ زمینی

آشکارا می شود روحِ حضرتِ رومیؒ و شرح می دہد اسرارِ معراج را

عشقِ شور انگیز و بے پروائے شہر
شعلہ او میرد از غوغائے شہر
خلوتِ جوید بہ دشت و کوہسار
یا لبِ دریائے ناپیدا کنار

اقبال دریافت کرتے ہیں کہ بشر مکانی حدود سے ماوراء ہو کر کس طرح عالم بقا میں اپنا وجود ممکن بنا سکتا ہے۔ اس استفسار کے بعد ارواح کا ظہور ہوتا ہے جو ایک سطح پر حقیقت کا ایک رخ ہے جب کہ دوسری سطح پر داستان کا ایک پہلو۔ یہ زمانی و مکانی روحیں ایک فرشتے کی صورت میں مجسم ہوتی ہیں۔ ایسا فرشتہ جس کے چہرے دو ہیں۔ ایک چہرہ روشن جو خیر کی علامت بنتا نظر آتا ہے:

جلوۂ سروش

مردِ عارف گفتگو را در بہ بست
مستِ خود گردید و از عالم گسست
ذوق و شوق او را ز دستِ او ربود
در وجود آمد ز نیرنگ شود

جبکہ دوسرا تاریک جوشر کی نشانی ہے۔

طاسینِ زرتشت

آزمایش کردن اہرمن زرتشت را

اہرمن

از تو مخلوقاتِ من نالاں چونے
از تو مارا فرودیں مانندِ دے

یہ روحیں شاعر کا رخ افلاک کی طرف کر دیتی ہیں۔ مولانا رومی اور اقبال کی ارواح افلاک پر ان لوگوں کے لیے گیت سنتی ہیں جنھوں نے اپنی خودی کی پرورش کی اور افلاک کو اپنی جستجو کے دائرے میں رکھا۔ یہ ایک طرح کی ماورائیت ہے جس کی مدد سے اقبال تبدیلی چاہتے ہیں۔ ایسی تبدیلی جو اولادِ آدم کے لیے خیر ہو۔ ادب ہے ہی عملِ خیر کا تسلسل۔ اقبال نے جاوید نامہ میں دکھایا ہے کہ روئیدگی کے ساتھ ابتری چمٹی ہوئی ہے کسی آکاس بیل کی طرح۔ جس طرح ریاکاری سے خودی بھی برسرِ پیکار ہے۔ اقبال نے جہاں مشرق کے نمائندے دکھائے ہیں وہاں مغرب کی بھی تصویر دکھائی ہے۔ ایک طرف مسلمان کرداروں کی صورت میں تو دوسری طرف ہندوؤں کے رہنما وشواید۔ ایسا نظر آتا ہے اقبال ساری تہذیبوں کے نمائندوں کو اکٹھا کرنے کے بعد کسی ایک نقطے پر لانا چاہتے ہیں۔ یعنی توحید کا راستہ، جس میں فلاح ہے:

طاسینِ گوتم

گوتم

مَے دیرینہ و معشوقِ جواں چیزے نیست
پیشِ صاحب نظراں حورِ جناں چیزے نیست

زرتشت:

طاسینِ زرتشت

آزمایش کردن اہرمن زرتشت را

اہرمن

در جہاں خوار و زبونم کردہ ای
نقشِ خود رنگیں ز خونم کردہ ای

حضرت عیسیٰ:

طاسینِ مسیح

درمیانِ کوہسارِ ہفت مرگ
وادیِ بے طائر و بے شاخ و برگ

حضرت محمدؐ:

طاسینِ محمدؐ

سینۂ ما از محمدؐ داغ داغ
از دمِ اوؐ کعبہ را گل شد چراغ

سید جمال الدین افغانی: جاوید نامہ میں چراغ ہدایت ہیں۔

فلکِ عطارد

مشتِ خاکے کارِ خود را بردہ پیش
در تماشائے تجلی ہائے خویش

سعید حلیم پاشا:

سعید حلیم پاشا

غربیاں را زیرکی سازِ حیات
شرقیاں را عشق رازِ کائنات

احمد شاہ ابدالی:

ابدالی

آن جواں کو سلطنت ہا آفرید
باز در کوہ و قفارِ خود رمید

سلطان ٹیپو:

سلطانِ شہید

باز گو از ہند و از ہندوستان
آں کہ با کاہش نیرزد بوستاں

حضرت شاہ ہمدان:

در حضورِ شاہِ ہمدان

از تو خواہم سرِ یزداں را کلید
طاعت از ما جست و شیطاں آفرید

شرف النسا کا محل:

قصرِ شرف النسا

گفتم ''ایں کاشانۂ از لعلِ ناب
آں کہ می گیرد خراج از آفتاب

جنت کی فضا:

زندہ رود رخصت می شود از فردوسِ بریں و تقاضائے حورانِ بہشتی

شیشۂ صبر و سکونم ریز ریز
پیرِ رومیؔ گفت در گوشم کہ خیز

علامہ اس ساری فضا میں انسانی ترفع کی تلاش میں ہیں۔ جستجو، تجسس، تحیر، ان کے دامن گیر ہے۔ داستان بھی تحیر اور تجسس سے تعبیر ہوتی ہے۔ اقبال کا پیرایہ بیان تمثیلی ہے۔ بالکل ایک کہانی کہنے کے انداز میں وہ سارا ماجرا بیان کرتے ہیں۔ کردار بدلتے رہتے ہیں۔ منظر تبدیل ہو رہے ہیں۔ زمان، مکان غرض ایک بڑے اڑن قالین پر بٹھا کر وہ قاری کو فنا اور بقا کے اس جہان سے واقف کرواتے نظر آتے ہیں۔ اقبال

نے جاوید نامہ میں اپنا آپ خرچ کیا ہے۔ اس چراغ کی لو سے ایک عالم روشن ہوگا۔ یہ چراغ خانہ ہے۔ ایک داستان، ایک فنٹسی، ایک حیرت کدہ ایک متجسس روح کا سفر جو آرائش محفل میں حاتم طائی کی منازل کی طرح ہے۔ وہ سفر بھی خیر کا سفر ہے جس میں دستگیری ہی دستگیری ہے۔ مگر اقبال کا جاوید نامہ کا سفر روح کی شر پر فتح کا سفر ہے۔ جاوید نامہ کھلی آنکھوں دیکھی ہوئی دنیا کی عکاسی ہے۔ یہ کتاب مسلم امہ بلکہ عالم انسانی کے لیے ایک دعا کی مانند ہے۔ ایسی دعا جس میں سوز ہے، جس میں دردمندی ہے۔ اقبال کا پیغام ہر اس بشر کے لیے ہے جو اپنی زندگی کی بنیاد عشق پر رکھتا ہے۔ جاوید نامہ خیر کی داستان ہے۔ جس کے کردار داستانی کرداروں سے مشابہت رکھتے ہیں۔ یہ مشابہت عمل کی مشابہت ہے۔ بے عملی کا اس مشابہت سے تعلق نہیں۔ اس کا اپنا الگ مقام ہے۔ اقبال کا پیغام زندگی ہے اور جاوید نامہ زندگی کی داستان۔